١٨٠

بخدمت جناب مفتی صاحب

السلام علیکم!

گزارش ہے کہ میرے درج ذیل سوالات کے جوابات
دیں۔ اللہ آپکو جزائے خیر دے۔

سوال نمبر 1 | ایک آدمی زنا یا چوری کرتا ہے پھر سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے
تو کیا صرف توبہ کرنے سے اسکے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں
یا جب تک اس پر وہ حدود جو شریعت نے لگائی ہیں نہ لگائی
جائیں معاف نہیں ہوتے۔ چاہے وہ توبہ بھی کرے جیسا کہ چوری کے
لیے شریعت میں حد مقرر ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں وغیرہ۔

سوال نمبر 2 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں
کہ دین طلب سے آتا ہے اور دنیا مقدر سے ملتی ہے غلط کہتے ہیں مثلاً حضرت عمرؓ
کو دین کی طلب نہیں تھی بلکہ وہ نعوذ باللہ حضورؐ کو قتل کرنے نکلے تھے ساتھ اس
نے یہ بھی کہا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے جیسا کہ
حضرت محمدؐ اپنے چچا ابو طالب پر بہت محنت کرتے تھے لیکن وہ ایمان نہ لائے

سوال نمبر 3 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تراویح پڑھنا لازمی نہیں کیونکہ یہ حضرت عمرؓ
کے دور سے ثابت ہیں جب کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور سے ثابت نہیں
مہربانی کرکے بتائیں کہ نمازِ تراویح کی شریعت میں کیا حیثیت ہے

سوال نمبر 4 | I کیا صرف تصویروں کی بنا پر مووی کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے
II اور کیا سکول اور کالج کی مشہوری کیلئے مووی بنوائی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر 5 | کیا حضرت عمرؓ نے چار ماہ گھر سے باہر رہنے کی یا چار ماہ سے زیادہ
گھر سے باہر رہنے کی ترتیب بنائی تھی یا نہیں اگر نہیں تو کیا جماعت والوں
کی سات ماہ یا سال کی ترتیب پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں

سوال نمبر 6 | موجودہ دور میں شریعت کے مطابق شادی کا طریقہ
کار کیا ہوگا۔

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدًا و مصلیًا و مسلّمًا

(۱)......اگر کسی نے گناہِ کبیرہ کرلیا تو توبہ کرنے سے وہ گناہ معاف ہوجائے گا، اس کے لیے حد کا جاری ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی نے ایسا گناہ کرلیا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوئی ہو جیسے چوری وغیرہ تو اس وقت صاحبِ حق سے معاف کرانا یا اس کا حق ادا کرنا ضروری ہوگا، اس کے بغیر توبہ مکمل نہیں ہوگی۔

لمافی الدر المختار ٤/٤

ولیس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة۔

وفی الشامية تحته:

الظاهر أنها لا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع إليه أما قبله فيسقط الحد بالتوبة حتى فی قطاع الطريق سواء كان قبل جنايتهم عل نفس أو عضو أو مال أو كان بعد شيء من ذلك كما سيأتی فی بابه وبه صرح فی البحر هنا خلافا لما فی النهر نعم يبقى عليهم حق العبد من القصاص إن قتلوا والضمان إن أخذوا المال وقول البحر والقطع إن أخذوا المال سبق قلم وصوابه والضمان۔

دار الافتاء

وفی البحر الرائق ٦/٥

والحاصل أن الواجب على العاصی فی نفس الأمر التوبة فيما بينه وبين الله تعالى والإنابة

وفی الهندية ١٤٣/٢

وحكمه الأصلی الانزجار عما يتضرر به العباد وصيانة دار الإسلام عن الفساد والطهر من الذنب ليست بحكم أصلی لإقامة الحد لأنها تحصل بالتوبة لا بإقامة الحد۔

(۲)......تبلیغ سے منسلک حضرات کا یہ جملہ کہ ''دین طلب سے آتا ہے'' درست ہے کیونکہ ایک آیتِ مبارکہ میں ہے ''ویہدی الیہ من ینیب'' کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرے، مذکورہ آیت مبارکہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے لیے طلب ضروری ہے، باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ سو انہوں نے بھی طلب کی تھی جیسا کہ ان کے اسلام لانے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن سے فرمایا تھا کہ مجھے بھی وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں، اپنی اس طلب کی وجہ سے وہ مشرف باسلام ہوئے،

اور شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے درست نہیں، بلکہ دین بھی محنت سے آتا ہے، حضرت ابو طالب کی اپنی طلب اور محنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔

یہ جملہ کہ دنیا مقدر سے ملتی ہے درست ہے، لیکن اس سے اسباب اختیار کرنے کی نفی کرنا درست نہیں بلکہ اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں۔

لما فی التفسیر المظهری ۱۹/۵

قوله انلزمکموها : ای نلزمکم علی الاهتداء بها ای بالنیة اوالرحمة و نجبرکم علی قبولها وانتم لها کارهون ای لاتریدونها

وفی روح المعانی ۲۴۰/۶

وأنتم لها كارهون أي لا تختارونها ولا تتأمّلون فيها

و فی صحیح البخاری باب قصة ابی طالب رقم الحدیث ۳۸۸٤

ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی ﷺ و عنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل وعبدالله بن ابی امیة یا اباطالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال آخر شئی کلمهم به علی ملة عبدالمطلب

وفی التفسیر المنیر ۳۲۷/۶

مامن نوع من انواع دواب الارض او البحر او الجو الا علی الله رزقها و معیشتها و غذائها المناسب لها المعد لطعامها بعد البحث والحرکة والعمل

وفی روح المعانی ۲۰۳/۶

و لا یمنع من التوکل مباشرة الاسباب مع العلم بانه سبحانه المسبب لها

(۳) صورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ ”تراویح پڑھنا لازمی نہیں“ درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔

اوراسی طرح یہ کہنا کہ ”یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہیں جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت نہیں“ بھی درست نہیں، بلکہ تراویح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ آنحضرت ﷺ نے اس کی جماعت ”فرض ہوجانے کے اندیشہ سے“ ترک فرمادی تھی، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی انفراداً پڑھی جاتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یہ اندیشہ ختم ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور یہ عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ہوا، کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا، تو یہ اجماع ہوا جو بذاتِ خود ایک مستقل دلیل ہے۔

لمافی مشکوۃ المصابیح باب قیام شهر رمضان ،۱۱٤

عن زید بن ثابت رضی الله عنه ان النبی ﷺ اتخذ حجرة فی المسجد من حصیر فصلی فیها لیالی حتی اجتمع علیه ناس ثم فقدوا صوته لیلة و ظنوا انه قد نام فجعل بعضهم یتنحنح لیخرج الیهم فقال مازال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم و لو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم۔

وفیه ایضا ۱۱٤

و عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامر هم فیه بعزیمة فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه فتوفی رسول الله ﷺ والامر علی ذلك ثم کان الامر علی ذلك فی خلافة ابی بکر و صدرا من خلافة عمر علی ذلك ـ

وفی المرقاة ۳۷۰/۳

والأمر على ذلك أي التفرق وعدم الجماعة الذي كان في زمنه عليه الصلاة والسلام يعني كانوا يصلون التراويح منفردين بعضهم في بيوتهم وبعضهم في المسجد إما لكونهم معتكفين أو لأنهم من أهل الصفة المنفردين أو لأنهم في البيت ما يشغلهم عن العبادة فيكونون في المسجد من المختنمين فلا مخالفة لما تقدم من أمره عليه الصلاة والسلام إياهم بصلاة التراويح في بيوتهم ثم كان الأمر على ذلك أي على وفق زمانه عليه الصلاة والسلام في خلافة أبي بكر أي جميع زمانها وصدرا من خلافة عمر أي في أول خلافته ـ

وفی الدر المختار ۴۳/۲

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء ـ

وفی البحر الرائق ۱۱۷/۲

وحكى غير واحد الإجماع على سنيتها وقد سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وندبنا إليها وأقامها في بعض الليالي ثم تركها خشية أن تكتب على أمته كما ثبت ذلك في الصحيحين وغيرهما ثم وقعت المواظبة عليها في أثناء خلافة عمر رضي الله عنه ووافقه على ذلك عامة الصحابة.. والله تعالىٰ أعلم بالصواب

الجواب صحیح
[signature]
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

الجواب صحیح
[signature]
۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

محمد اویس عفی عنہ
محمد اویس عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۴۳۰/۱۲/۶ھ

[stamp: دارالافتاء — فتوی نمبر ۹/۱۲۱۲ — مورخہ ۳۰/۱۲/۶ — جامعہ دارالعلوم کراچی]
[stamp: نائب مفتی — جامعہ دارالعلوم کراچی]

نوٹ: ایک استفتاء میں صرف تین سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے